نفسیات اور سوشیالوجی کا ادب سے گہرا رشتہ ہے۔ وہ دونوں علوم کے رشتے ادب سے بہت گہرا اثر مرتب ہوتے ہیں اس لئے جب شکیب تذکرہ کرتے ہیں تو ان کا قلم ادبی چاشنی سے عاری [illegible] بلند بیت جو ان کے [illegible] فطرت اور تحریر میں رچ بس گئی ہے۔ ان کا اسلوب موثر ہوتا ہے وہ فلسفے کے مسائل اور اس کے سماجی و نفسیاتی اثرات و نظریات پر جب گفتگو کرتے ہیں تو علمی اور فلسفیانہ انداز کے بجائے ادبی انداز اختیار کرتے ہیں۔ [illegible]

شکیب جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، اور قاری کو احساس ہوتا ہے کہ وہ اسی میدان کے شہسوار ہیں، انہوں نے ادب تنقید، سماجیات، نفسیات، فکر و فلسفہ، تاریخ و آثار سب پر قلم اٹھایا ہے۔ اور ان تمام موضوعات کا حق ادا کر دیا ہے، ان کی سیاسی تحریریں بھی سہولت اور سلاست کی نمونہ ہیں ان میں کہیں بھی تعقید اور ژولیدگی کا اثر نہیں پایا جاتا ہے بلکہ وہ اپنی بات کو موثر انداز میں پیش کرنے کے عادی ہیں۔

شکیب کی صحافتی اور سیاسی تحریریں ہزاروں صفحات پر بکھری ہوئی ہیں ہر جگہ یکساں رنگ اور آہنگ پایا جاتا ہے، وہ تحریر لکھتے چلے جاتے ہیں نہ نظر ثانی کرتے ہیں اور نہ ہی اعادہ، بلکہ جو کچھ سوچتے ہیں اس کو تحریری شکل میں پیش کرنے میں تاخیر نہیں کرتے۔ الفاظ اور تراکیب کا انتخاب اور اس کے تراش و خراش میں اپنے کو الجھاتے نہیں ان کے اندر یہ سلاست و روانی مسلسل اور طویل عرصے سے لکھنے کی وجہ سے آئی ہے عمر دراز کا ایک بڑا حصہ صحافت کے نذر ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا قلم کافی منجھا ہوا ہے اور کسی موضوع پر لکھنے میں ان کو ذرہ برابر تکلف نہیں ہوتا ان ہی خوبیوں اور صلاحیتوں کی بنا پر ان کو امیر البیان کا لقب ملا۔ [illegible]

[illegible] طوالت سے بچنے کے لئے مثال درج نہیں کی جا رہی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے [illegible]، تعلیقات ص (۲۶) (د) [illegible]

[illegible] ص ۱۹۳

مراجع ومصادر

۱۔ روض الشقیق، جمع وتحقیق شکیب ارسلان بیروت سنہ ۱۳۲۹ھ

۲۔ حاضر العالم الاسلامی، ترجمہ شکیب ارسلان، مصر سنہ ۱۳۲۹ء

۳۔ الارتسامات اللطاف فی خاطر الحاج الی اقدس مطاف
شکیب ارسلان، مصر سنہ ۱۳۳۱ھ

۴۔ محاسن المساعی فی مناقب الامام ابی عمرو الاوزاعی شکیب ارسلان مصر سنہ ۱۳۳۲ھ

۵۔ دیوان الامیر شکیب ارسلان شکیب ارسلان مصر سنہ ۱۳۲۹ء

۶۔ الحلل السندسیۃ فی الاخبار والآثار الاندلسیۃ
شکیب ارسلان مصر سنہ ۱۳۳۹ء

۷۔ شوقی او صداقۃ اربعین سنۃ شکیب ارسلان دمشق سنہ ۱۹۳۵ء

۸۔ السید رشید رضا او اخاء اربعین سنۃ شکیب ارسلان دمشق ۱۹۳۷ء

۹۔ لماذا تاخر المسلمون ولماذا تقدم غیرهم شکیب ارسلان مصر سنہ ۱۹۳۹ء

۱۰۔ ذکری الامیر شکیب ارسلان احمد الشرباصی قاہرہ ۱۹۴۶ء

۱۱۔ رواد النہضۃ الحدیثۃ مارون عبود، بیروت سنہ ۱۹۵۲ء

۱۲۔ مذکرات ج ۲ کرد علی دمشق سنہ ۱۹۴۸ء

۱۳۔ محاضرات عن شکیب ارسلان سامی الدہان قاہرہ سنہ ۱۹۵۸ء

۱۴۔ شکیب ارسلان، داعیۃ العروبۃ والاسلام، احمد الشرباصی قاہرہ سنہ ۱۹۶۳ء

۱۵۔ النثر العربی فی مائۃ عام انور الجندی قاہرہ سنہ ۱۹۶۱ء

۱۶۔ معجم المولفین ج ۴ عمر رضا کحالہ مصر سنہ ۱۹۵۷ء

۱۷۔ الاعلام خیر الدین الزرکلی قاہرہ سنہ ۱۹۵۶ء

۱۸۔ الامیر شکیب ارسلان، حیاتہ وآثارہ، سامی الدہان قاہرہ سنہ ۱۹۶۰ء

زہیر ابن ابی سُلمیٰ

عہد جاہلیت میں فکر سلیم کا پیامی

(۲)

توقیر عالم فلاحی ۔ علی گڈھ

چوتھی خصوصیت اس کے کلام کی یہ ہے کہ یہاں حکمت و فلسفہ کا دریا موجزن ہوتا ہے۔ دوسرے جاہلی شعراء کے کلام میں شاذ و نادر ہی حکمت پائی جاتی ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ شاعری میں فلسفہ و حکمت کی آمیزش کے آغاز کا سہرا اسی مایہ ناز جاہلی شاعر کے سر بندھتا ہے، اور عہد عباسی کے حکیم اور فلسفی شعراء ابوالعلاء المعری، ابوالعتاہیہ، متنبی، ابو تمام اور صالح بن القدوس اس نہج میں زہیر کے ہی خوشہ چیں نظر آتے ہیں، زہیر کے چند حکیمانہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

رأیت المنایا خبط عشواء من تصب   تمتہ ومن تخطئ یعمر فیہرم

ومن یجعل المعروف فی غیر اہلہ   یکن حمدہ ذما علیہ ویندم

ومن یک ذا فضل فیبخل بفضلہ   علی قومہ یستغن عنہ ویذمم

ترجمہ: میں نے موتوں کو اندھی اونٹنیوں کی طرح سے ٹامک ٹوئیاں مارتے دیکھا کہ جو شخص ان کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو وہ فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے اور جس سے وہ خطا کر گئی وہ بہت دنوں تک جیتا رہتا ہے، اور پھر ضعف سے دوچار ہوجاتا ہے۔

جو شخص نااہلوں کے ساتھ بھلائی کرتا ہے تو مذمت اور برائی اس کے حصے میں

آگ بھڑکا اور اسے ذلت و شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے۔

جو شخص مال کثیر والا ہوتا ہے اس کے باوجود وہ اپنا مال خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے تو اس سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے اور اس کی مذمت کی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا بحث میں زہیر کی شاعری کی نمایاں ترین خصوصیات کو مختلف اصناف شاعری سے متعلق کرکے واضح کیا گیا ہے اور ہر صنف شاعری میں چند اشعار کا نمونہ پیش کرکے زہیر کے فکر شاعری کو بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے تمام اشعار میں جو ظاہر و باہر صفت نظر آتی ہے وہ یہ کہ زہیر فکر سلیم کا علمبردار عدل و انصاف کا حامی، اخوت و محبت اور امن و آشتی کا ترجمان نظر آتا ہے، فسق و فجور، سب و شتم اور ظلم و عدوان سے اُسے سخت نفرت ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے ہر شعر میں اخلاق فاضلہ کی جھلکیاں ملتی ہیں، زہیر کے وہ اشعار بھی ملاحظہ کیے جائیں جن میں خالص اسلامی فکر کی روشنی نظر آتی ہے۔

زہیر کا وہ معلقہ جو قبیلہ ذبیان کے دو مخلص سرداروں ہرم بن سنان اور الحارث بن عوف کی شاندار مدح پر مشتمل ہے، فی الحقیقت جاہلی معاشرے کے مروجہ اصول سے انحراف ہے، اس معلقے میں صلح و آشتی اور محبت و میل جول کے لافانی نغموں کو الاپ کر زہیر نے وہ انقلابی کارنامہ انجام دیا ہے جو اسلامی فکر کے علمبرداروں کا ہی نصیبہ ہوا کرتا ہے۔ ایک مومن و مسلم کا عقیدہ ہے کہ اس فانی دنیا کے بعد ایک ایسی دنیا بھی ہوگی جہاں کی مسرتیں لازوال ہونگی، نیز مصائب و شدائد بھی لافانی ہونگے۔ اسلئے وہ اسی لافانی دنیا کو ہی اپنی کوششوں کا محور اور کاوشوں کا مرکز بناتا ہے۔ اس منزل حقیقی کے حصول کے لئے بے شمار اسباب و ذرائع میں اللہ سے خیر خواہی اور اصلاح بین الناس بھی ایک قوت کی حیثیت رکھتا ہے، قرآن کا فرمان ہے:

[illegible]

[illegible] دیکھ کر [illegible] اور [illegible] نے تمام متعلقین کے غضب [illegible] کہ آپ اس کی اصلاح کا ارادہ نہ [illegible] اور [illegible] اس کے دل پر اس کا بڑا اثر [illegible] نصیحت لکھ کر [illegible] زہیر کی اصلاح [illegible] فطرت [illegible] کو [illegible] جانے کے بعد [illegible] اس کی [illegible] سامنے [illegible] کہنا پڑتا ہے کہ یہ اشعار صرف [illegible] اور [illegible] کی [illegible] نہیں ہوتے بلکہ ان تمام لوگوں کے لئے ہیں جو [illegible] معاشرہ اور [illegible] انسانیت کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ [illegible] کہنا پڑتا ہے کہ زہیر اس بڑا خوب [illegible] ایک تحریک کی [illegible] نظر آتا ہے۔ اور [illegible] تحریک [illegible] کی [illegible] حدود و قیود سے ہٹ کر انسانیت کو مخاطب کرتی ہے۔ [illegible] زہیر کی تحریک اصلاح کا اندازہ ہوتا ہے۔

وما الحرب الا ما علمتم وذقتم   وما هو عنها بالحديث المرجم

متى تبعثوها تبعثوها ذميمة   وتضر اذا ضريتموها فتضرم

فتعرككم عرك الرحى بثفالها   وتلقح كشافا ثم تنتج

ترجمہ: جنگ کو تم لوگ جان چکے ہو اور [illegible] چکھ چکے ہو [illegible] اس کے بارے میں اب کوئی [illegible] بات نہیں [illegible] جب کبھی اس کو چھیڑو گے تو وہ مذموم ہی ہوگی۔ اور جب کبھی تم اس کو بھڑکاؤ گے تو [illegible] دیتی ہے پھر یہ جنگ [illegible] ہوگی اور ہر دفعہ جڑواں بچے جنے گی۔ [illegible] اس کی [illegible] اور [illegible]

[illegible] وحدانیت پر ایمان اور آخرت کا استحضار ایک مومن کا [illegible] بیت [illegible] اس دنیا میں آخرت [illegible] رشد و ہدایت اور انسانیت [illegible] ہوتی ہے [illegible]

خدا پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تمام صفات پر ایمان رکھا جائے کہ وہ سمیع و بصیر اور علیم و قدیر ہے، بندہ مومن کا ایمان اس پر ہوتا ہے کہ وہ سینوں کے راز سے بھی واقف ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ وہ اپنے ایک شعر میں کہتا ہے

فلا تکتمن اللہ ما فی نفوسکم لیخفی ومہما یکتم اللہ یعلم

ترجمہ: جزا و سزا کے دن کی یاد دہانی ان الفاظ میں کراتا ہے۔

یؤخر فیوضع فی کتاب فیدخر لیوم حساب او یعجل فینتقم

ترجمہ: پس اسے نامۂ اعمال میں لکھ کر آخرت کے لئے جمع کر لیا جاتا ہے یا پھر جلد ہی اسی دنیا میں بدلہ دے دیا جاتا ہے۔

سورۂ بقرہ کے آغاز میں متقین کی جہاں دوسری صفات بیان کی گئی ہیں وہاں سب سے بڑی اور اول صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس ایمان میں یہ بات مضمر ہے کہ خواہ خدا کی ذات ہو یا جنت و دوزخ تمام چیزیں برحق ہیں اور یہ کہ ماضی اور حال سے واقفیت تو حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن آئندہ کل کیا ہوگا اس کے بارے میں صرف خدا ہی جانتا ہے کیونکہ وہی عالم الغیب ہے۔ زہیر اسی فکر کو اپنے اس شعر میں سمو لیتا ہے۔

واعلم ما فی الیوم والامس قبلہ ولکننی عن علم ما فی غد عم

ترجمہ: جو کچھ آج ہو رہا ہے اور جو کچھ کل ہو چکا ہے اس سے تو واقف ہوں لیکن کل کے علم کے بارے میں اندھے کے مثل ناواقف ہوں۔

تقویٰ یا خوف خدا دراصل منکرات و سیئات کا خاتمہ کرنے کے لئے اور حسنات و خیرات کے فروغ و اشاعت کے لئے محرک خاص کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وہ شاہ راہ ہے جو بندگان خدا کو فوز و فلاح سے ہمکنار کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے۔ "فان خیر الزاد التقویٰ"

ترجمہ: زادِ راہ لے لو کیونکہ سب سے بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

یہی وہ تقویٰ ہے جس کے اختیار کرنے کی تلقین قرآن پاک میں جگہ جگہ کی گئی ہے، برائیوں اور خرابیوں کے استیصال سے متعلق تقویٰ کا تصور زہیر کے نزدیک روشن اور نمایاں ہے۔ وہ اپنے ممدوح کے بارے میں کہتا ہے۔

ومن ضریبته التقوی ویعصمہ　　من سیئ العثرات اللہ والرحم

ترجمہ:۔ اور خشیت الٰہی اس کی فطرت میں ہے، اللہ تعالیٰ اس کو لغزشوں کے صدور اور قیامت کی اندوہناکیوں سے بچالیتا ہے۔

قرآن پاک میں نیکیوں پر جمنے کو ایک عظیم نعمت قرار دیا گیا ہے بلکہ سورۂ فصّلت میں تو کہا گیا ہے کہ جو لوگ رب قدیر کے اپنے رب ہونے کا اقرار و اعتراف کرلیتے ہیں اور پھر اس پر استقامت کا ثبوت دیتے ہیں، ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ خوف و ہراس کے بادل ان پر سے چھٹ جاتے ہیں اور ہمہ آن اللہ عزوجل کی نوازشوں کا سایہ ان کے سروں پر فگن ہوتا ہے۔ اِن الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزّل علیھم الملٰئکۃ۔

زہیر ابن ابی سلمٰی کے سامنے فلاح و خیر کے کاموں پر ثبات قدمی کا صلہ واضح ہے۔ شاید اسی بنا پر اپنے دو ممدوحوں کو دنیا کے عظیم ترین سرداروں میں شمار کرتا ہے۔ تنگی و کشادگی، خشکی و تری شب و روز اور حزن و غم اور خوشی و مسرت تمام حالات میں یہ دونوں کار خیر میں سرگرم رہے ہیں، اس لئے فی الحقیقت یہی سعادت و نیک بختی کے مستحق ہیں۔

زہیر کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔

یمینا لنعم السیدان وجدتما　　علی کل حال من سحیل ومبرم

ترجمہ:۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم دونوں روئے زمین پر سختی و نرمی دونوں حالتوں میں بہترین سردار ثابت ہوئے۔

ہرم بن سنان کی مدح میں کہا گیا یہ شعر بھی مندرجہ بالا شعر کی وضاحت ہے۔

سواء علیہ ای حین اتیتہ　　اساعۃ نحس تتقی ام باسعد

ترجمہ:۔ تو جب بھی اس کے پاس آئے گا تو اسے خوست کی گردش میں جس سے بچا جاتا ہے یا سعادت و خوش بختی کی۔ یعنی دونوں حالتوں میں اسے پاؤ گے کہ وہ خیر کی طرف مسابقت کرنے میں باز نہیں آتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے اِنّما المرء باصغریہ، اللسان، والجنان، یعنی انسان صرف جسم کے دو اجزاء سے عبارت ہے۔ پہلی چیز ہے زبان اور دوسری چیز ہے دل، یہی دونوں چیزیں اگر حفظ و احتیاط اور دانش و بینش کے ساتھ اختیار کی جائیں تو انسان کامیابی و کامرانی کی معراج حاصل کر لیتا ہے اور حقیقی معنوں میں احسن تقویم پر فائز ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ دوسری طرف یہی انسان جب عقل و شعور کے دائرے سے نکل کر دل و زبان کا غلط استعمال کرتا ہے تو اسے ذلت و رسوائی کے قعر میں گرنے سے کوئی بچا نہیں سکتا، اور پھر وہ اسفل السافلین ہو کر رہ جاتا ہے، اگر دل و زبان سے کسی طرح کا مثبت یا منفی کام نہ لیا جائے تو جسم ایک گوشت و پوست کے لوتھڑے کے سوا کچھ اور نہیں بچتا، اور دل و زبان کو استعمال نہ کرنے میں یا ناجائز استعمال کرنے کی وجہ سے وہ درجے میں جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ زہیر ابن ابی سلمٰی کو دل و زبان کی اہمیت کا شعور پورے طور پر ہے۔ زبان و دل کی اسی اہمیت کو جو حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے ہمارا شاعر زہیر خوب چیں نظر آتا ہے، اور اپنے شعر کے ذریعہ انسان کی عظمتوں اور رفعتوں کا راز بتاتا ہے۔ اس کا شعر سنیے

لسان الفتیٰ نصفٌ ونصفٌ فوادُہٗ   فلم یبق الّا صورۃ اللحم والدّم

ترجمہ:۔ نصف تو نوجوان کی زبان ہے اور نصف اس کا دل پھر ان دونوں کے علاوہ گوشت اور خون کے لوتھڑے کی شکل ہی بچ جاتی ہے۔

زہیر کے مذکورہ بالا اشعار میں وحدت خداوندی، آخرت اصلاح، لنا علم غیب، تقویٰ، استقامت اور جسم انسانی میں دل و زبان کی اہمیت یہ تمام موضوعات زیر بحث آئے ہیں جن کی روشنی میں زہیر منفرد مستقل کا علمبردار دکھائی دیتا ہے۔

اور کلام اللہ کم معلقہ میں ایسے اشعار موجود ہیں جو اس بات کے ماننے کے لئے مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بعثت سے ایک سال قبل ہی وہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔

زہیر کی فکری اور فنی حیثیت اشعار کے آئینے میں نمایاں ہیں تاہم وہ تاثرات و خیالات بھی منقول کئے جاتے ہیں جن میں زہیر کی تابناک شخصیت اور بھی نکھر کر آجاتی ہے۔

کرم البستانی کہتے ہیں کہ یہ مزنی شاعر جاہلیت کے تین اول شعراء میں سے ہے اس پر لوگوں کا اتفاق ہے، اختلاف تو صرف اس امر میں ہے کہ وہ اپنے دونوں ساتھیوں میں ممتاز ہے یا نہیں (۱۱)

ابن قتیبہ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبدالملک نے شعراء کی قوم سے دریافت کیا کہ کونسا شعر بہترین مدح کا مظہر ہے پس لوگ زہیر کے شعر پر متفق ہو گئے۔ (۱۲)

تراہ اذا ماجئتہ متھللاً   کانک تعطیہ الذی انت سائلہ

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ جو لوگ زہیر کو تمام شعراء پر فوقیت دیتے ہیں وہ اس بناء پر کہ وہ بڑی اچھی مدح کہنے والا تھا اور شعر کی اثر انگیزی کے اعتبار سے بڑی صلاحیت کا مالک تھا۔ (۱۳)

حضرت معاویہؓ نے احنف بن قیس سے دریافت کیا کہ اشعر الشعراء کون ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ تو زہیر ہے اور اس کی توجیہہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ غیر ضروری مدح سے گریز کرتا ہے۔ (۱۴)

(۱۵) قدامہ بن موسیٰ علماء اہل مدینہ میں سے تھے۔ وہ زہیر کو تمام شعراء پر مقدم رکھتے تھے

سید احمد الہاشمی کے بقول ھو ثالث فحول الطبقۃ الاولیٰ من الجاھلیۃ وانظمھم قولاً واوجزھم لفظاً واغزرھم حکمۃ واکثرھم تھذیباً لشعرہ۔ (۱۶)

احمد حسن زیات کہتے ہیں کہ حسن مدح، ضرب المثل اور حکمت کے میدان کے سے عظیم زہیر اپنی مثال آپ ہے۔ وہ شاعری کے ان غلاموں میں سے ہے جنہوں نے تراش و خراش کر کے شاعری کو حسین جامہ پہنایا۔ (۱۷)

عمر فروخ کہتے ہیں، زہیر اپنی شاعری سے ہی معروف تھا وہ تنقیح و تہذیب میں بڑا ماہر تھا۔ (۱۸)

گولڈ زیہر کہتے ہیں کہ زہیر اپنی شاعری میں جذباتی مزاج کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ اپنے رفقا کے برعکس وہ اخلاق فاضلہ کا مبلغ نظر آتا ہے۔ اس کی نظمیں کسی بھی جاہلی شاعر سے زیادہ حکیمانہ ہیں اور اندر کریمانہ اخلاق سموتے ہوئے ہیں۔ (۱۹)

نکلسن زہیر کے موحدانہ اشعار سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ اس میں شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ کفار عرب کے مشرکین میں یہودی اور عیسائی خیالات پائے جاتے ہیں۔ (۲۰)

زہیر جاہلی معاشرے میں بہرحال ایسے افکار و خیالات کی تبلیغ کرتا نظر آتا ہے جو وحدت خداوندی محاسبہ نفس اور توقع آخرت کے یقین پر شاہد ہیں، اس کے سلسلے میں یہ کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ وہ یہودی یا عیسائی ہے۔ نکلسن نے زہیر کے موحدانہ اشعار دیکھ کر جاہلی معاشرے میں یہودی اور عیسائی افکار و خیالات کے نفوذ کی بات کی ہے۔ اور اس طرح زہیر کو عیسائیت کا علمبردار کہا ہے۔ نکلسن کی یہ رائے مناسب اور معقول نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اس کے کلام میں کوئی دلیل نہیں ملتی، اگر دلیل ملتی ہے تو صرف اس کے موحد ہونے کی، اور یہی وجہ ہے کہ بعض رواۃ اس کے ایمان و اسلام کے بھی قائل ہیں، اگرچہ روایات اس خیال کے ابطال و تردید پر مبنی ہیں، تاہم اس کے کلام کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کم از کم یہ ماننے پر مجبور کر دیتا ہے کہ زہیر کا تعلق حنفاء گروپ سے ہے جو شرک و بت پرستی کی آلائشوں سے پاک تھا، زہیر نے اپنی اس انقلاب انگیز فکر کو حکمت، فلسفہ، ضرب المثل اور مدح جیسی اصناف شاعری کے تحت پیش کرنے کی کوشش کی اور بلا مبالغہ ہر صنف شاعری ادب کی اس چاشنی سے معمور ہے جو فی الحقیقت شاعر یا ادیب کے لئے مطلوب و مقصود ہے، گویا